THE ALFAZL QADIAN

قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام منیجر ہو

فہرست مضامین

ایڈیٹر ۔ غلام نبی * اسسٹنٹ محمد ... خاں

نمبر ۵ | مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۲۳ء | مطابق ۱۳ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۱ھ | جلد ۱۰

مدینۃ المسیح

۲۹ دسمبر کو چونکہ جمعہ کا دن تھا ۔ اور بہت سے مہمان نماز جمعہ کے لئے ٹھہر گئے تھے ۔ اس لئے نماز جمعہ مسجد نور میں ہوئی ۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے تین نکاحوں کا اعلان کرنے کے بعد ایک مختصر سا خطبہ ارشاد فرمایا ۔ مہمانوں کا ایک حصہ ابھی باقی ہے ۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ جلسہ کے ایام کی طرح ملاقاتوں میں مصروف ہیں ۔

۲۵ دسمبر کی رات کو دارالضعفا کے محلہ میں خواجہ اعجاز علی صاحب کے گھر کسی نے گھس کر انکو اور انکی بیوی کو زخمی کیا ۔ اور بھاگتے ہوئے راہ کے لڑکے پر حملہ کیا ۔ مگر وہ بچ گیا

جلسہ سالانہ کی مختصر روئداد

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۲۶ تا ۲۸ دسمبر منعقد ہوا ۔ جلسہ بلحاظ حاضری اور بلحاظ عام حالات اور مضامین وغیرہ خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب رہا ۔ جلسہ سے دو تین دن ہی قبل برسات شروع ہو گئی تھی ۔ جس سے خدشہ تھا ۔ کہ ایام جلسہ میں اگر یہی حالت رہی ۔ تو اتنے بڑے مجمع کے لئے بہت تکلیف اور حرج کا موجب ہوگی ۔ اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۲ دسمبر کے خطبہ جمعہ میں دعاؤں کی تحریک فرماتے ہوئے موسم کے اچھے ہونے کے لئے دعا کرنے کا بھی ارشاد فرمایا ۔ اور خدا تعالیٰ نے کے فضل و کرم سے

جلسہ کے ایام موسمی لحاظ سے نہ صرف غیر معمولی طور پر صاف رہے ۔ اور جلسہ سے ایک ہی دن قبل یعنی ۲۵ دسمبر تک جو سخت کہر پڑتی رہی ۔ ۲۶ دسمبر سے بالکل دور ہو گئی ۔ بلکہ ایام جلسہ سے قبل کی برسات مہمانوں کی آمد کے لئے نہایت مفید اور فائدہ بخش ثابت ہوئی ۔ یعنی اس سے بٹالہ سے قادیان آنے والی سڑک جو گرد و غبار اور گڑھوں کی وجہ سے بہت تکلیف دہ ہو رہی تھی ۔ اس قدر صاف اور عمدہ حالت میں ہو گئی ۔ کہ موٹریں بھی باسانی چل سکیں اور موٹروں کے ذریعہ مہمانوں کو آمد و رفت میں بہت آرام پہنچا ۔ پہلے دن جلسہ کی کارروائی ۹ بجکر ۴۰ منٹ پر زیر صدارت خانصاحب منشی فرزند علی صاحب فیروزپور شروع ہوئی ۔ تلاوت مولوی ظل الرحمن صاحب بنگالی نے کی اور نظم ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلوی نے پڑھی ۔

اور ۱۱ بجے جناب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کی تقریر بعنوان "نبوۃ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام" شروع ہو کر ایک گھنٹہ جاری رہی۔ آپ کے بعد جناب حافظ روشن علی صاحب کی تقریر بعنوان "معیار صداقت انبیاء" دو گھنٹے ہوتی رہی۔ ایک بجے آپ کی تقریر ختم ہوئی اور نماز ظہر و عصر باجماعت جمع کر کے مسجد نور میں پڑھی گئی۔ نماز کے بعد دوسرا اجلاس ڈھائی بجے شروع ہوا۔ تلاوت مولوی مطیع الرحمٰن صاحب متعلم بی۔ اے کلاس نے کی اور آدھ گھنٹہ میں جناب مولوی سرور شاہ صاحب نے بحیثیت سکرٹری صدر انجمن احمدیہ۔ انجمن کی سالانہ رپورٹ خلاصۃً بیان کی۔ ۳ بجے بعد تین بجے سے چار بجے تک مولوی غلام الدین صاحب شملوی کا لیکچر بعنوان "مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ" ہوا۔ اس کے بعد آدھ گھنٹہ رپورٹ صیغہ تعلیم و تربیت کے لئے تھا۔ جو چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے نے بیان کی۔ اور پھر صیغہ امور عامہ کی رپورٹ خانصاحب ذوالفقار علی خاں صاحب نے سنائی۔ اور اسپر پہلے دن کا جلسہ حسب پروگرام ۵ بجے ختم ہوا۔

دوسرے دن ۲۷ دسمبر ۱۹۲۲ء جلسہ کی کارروائی چوہدری نصر اللہ خاں صاحب پلیڈر کے زیر صدارت شروع ہوئی۔ نظم محمد عبید السلام خانصاحب جلال۔ فرزند جناب مولوی محمد وکیب خانصاحب ثاقب نے اپنی طبع زاد پڑھی۔ اور بعد ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم نے اپنی نظم پڑھی۔ تلاوت قرآن کریم منشی قاسم علی خاں صاحب قادیانی رامپوری نے کی۔ اس کے بعد جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے ۱۱ بجے ختم نبوت پر تقریر کی۔ گو پروگرام میں آپ کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ تھا۔ مگر چونکہ جناب میر محمد اسحٰق صاحب بوجہ انتظام جلسہ کی مصروفیت اپنے مضمون وفات مسیح کے بیان کرنے کے لئے نہیں آسکتے تھے۔ نیز شیخ صاحب کے مضمون کیلئے وقت بھی زیادہ چاہئے تھا اس لئے جناب میر صاحب کے وقت کو ملا کر انہوں نے ڈھائی گھنٹہ تقریر کی جس میں ابتداءً مولوی محمد علی صاحب کے تازہ رسالہ "آخری نبی" کا جواب دیا۔ اور پھر ختم نبوت پر تقریر کی۔ شیخ صاحب کی تقریر کے بعد ۱۲ سے ۱ بجے تک آدھ گھنٹہ میں رپورٹ صیغہ تالیف و اشاعت جناب چوہدری فتح محمد صاحب ناظر تالیف و اشاعت نے بیان کی۔ اور نماز ظہر و عصر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی اقتداء میں ادا کی گئی۔

دوسرے اجلاس میں حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر ہوئی۔ صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی۔ حضور کے ایماء سے مولانا غلام احمد صاحب اختر کی نظم مولوی سید محفوظ الحق صاحب علمی نے پڑھی۔ پھر جناب مولوی محمد نواب خانصاحب ثاقب نے اپنی نظم پڑھی اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی تازہ نظم منشی قاسم علی خاں صاحب رامپوری نے پڑھکر سنائی۔ اور ساڑھے تین بجے حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر شروع ہوئی۔ یہ تقریر ساڑھے چھ بجے تک جاری رہی جس میں حضور نے عام نصائح فرمائیں۔

جلسہ کے تیسرے دن ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء کو جلسہ کی کارروائی زیر صدارت جناب مولانا عبدالماجد صاحب بھاگلپوری ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم حافظ نور احمد صاحب گجراتی نے کی۔ اور ماسٹر نعمت اللہ خاں صاحب گوہر نے اپنی نظم مطبوعہ "مطلع انوار" کے چند بند پڑھے اس کے بعد جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان نے ۱۰ سے ۱۱ بجے تک بعنوان "سکھ دھرم کا تعلق اسلام سے" لیکچر دیا۔

اس کے بعد دو گھنٹے کا وقت رپورٹ بیت المال اپیل فراہمی چندہ وغیرہ کیلئے تھا۔ جناب مولوی محمد نواب خانصاحب ثاقب مالیر کوٹلی نے اپنی نظم متعلق چندہ کا کچھ حصہ پڑھا تھا کہ چندہ شروع ہو گیا۔ تھوڑا سا چندہ جمع ہوا تھا کہ بیت المال کی رپورٹ مولوی عبدالمغنی خاں صاحب ناظر بیت المال نے سنانی شروع کی۔ مگر ناتمام رہی پھر مختصر الفاظ میں خانصاحب ذوالفقار علی خاں نے اپیل چندہ کی۔ اسپر چندہ پھر شروع ہوا۔ فراہمی چندہ کے بعد نماز ظہر و عصر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے پڑھائی۔ حضور کی تقریر سے قبل تلاوت قرآن کریم جناب حافظ روشن علی صاحب نے کی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی دوسری تازہ نظم منشی قاسم علی خاں صاحب رامپوری نے پڑھی۔ اور تین بجے حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر شروع ہوئی۔ جس کا موضوع نجات تھا۔ یہ تقریر ۷ بجے تک جاری رہی چونکہ اکثر احباب تقریر کے نوٹ لے رہے تھے۔ اس لئے رات ہو جانے پر انہیں موم بتیاں تقسیم کی گئیں۔ جن کی روشنی سے بھری مجلس میں عجیب دلکش نظارہ پیدا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمین پر ستارے چمک رہے ہیں۔ تقریر کے بعد حضور نے دیر تک دعا فرمائی اور جانے والے احباب سے مصافحہ کیا۔ اور پھر نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائی۔

اس دفعہ جلسہ کا انتظام خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے سالوں کی نسبت اچھا اور محمود تھا۔ راستوں کی صفائی کھانے کا انتظام معاونین اور خدام مہمان کی کثرت اور خوش سلیقگی دل کو مسرت پہنچانے والی باتیں تھیں۔ اس دفعہ بہت سے چھوٹے بچوں نے بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ جن میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے دونوں صاحبزادے شامل تھے۔ میاں ناصر احمد جن کو دفتر میں کام دیا گیا تھا۔ ان کے متعلق حضور نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مجھے شکایت ہے کو منتظمین نے ناصر احمد کو دفتر کا کام دیا۔ اس کو پہلے کوئی معمولی کام مثلاً مہمانوں کو روٹی کھلانے کی خدمت پر لگانا چاہیئے تھا۔ آئندہ سال اس سے اسی قسم کا کام لیا جائے۔ سکرٹری انتظام جلسہ جناب میر محمد اسحٰق تھے۔ جنہوں نے بڑی محنت اور کوشش سے کام کیا۔ مہمانوں کا عام انتظام شہر میں مولوی سرور شاہ صاحب کے ماتحت تھا۔ جن کے معاون صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے شہر میں اور صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور خان عبداللہ خانصاحب باہر کام کرتے تھے۔ دونوں سکولوں کے طلبا نہایت سرگرمی سے کام کرتے رہے علاوہ ازیں بیرونی جماعتوں کے بہت سے احباب نے بھی خدمت مہمانان کے فرائض ادا کئے۔ کانجمیت احمدی نوجوانوں نے بھی سرگرمی اور جوش و اخلاص سے کام کیا۔ جلسہ گاہ کا انتظام جناب حافظ روشن علی صاحب کے سپرد تھا۔ آپ صبح سے شام تک انتظام میں مصروف رہتے آپ کے معاون میر قاسم علی صاحب سٹیج کے منتظم تھے۔ حاضرین کی تعداد پہلے دن چھ ہزار ہوگی۔ مگر دوسرے دن جب حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر شروع ہوئی۔ جلسہ گاہ باوجود فراخ ہونے کے تنگ ثابت ہوئی۔ باہر سے اس قدر ریلا پڑا کہ اندر بعض لوگ خطرہ میں پڑ گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح سٹیج کے ایک کنارے پر تشریف لے گئے اور نوجوان والنٹیر بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ خطرہ کے مقام پر چلے گئے۔ اور نیچے آنیوالوں کو نکال لیا۔ مہمانوں کی تعداد کا اندازہ ۸ اور ۹ ہزار کے درمیان لگایا جاتا ہے۔ اس دفعہ مستورات کا جلسہ جناب شیخ یعقوب علی صاحب کے مکان کے وسیع احاطہ میں خاص انتظام کے ماتحت ہوا۔ انتظام جلسہ کیلئے مستورات کی ایک کمیٹی لجنۃ اماء اللہ کے نام سے مقرر کی گئی۔ جلسہ کا الگ پروگرام شائع ہوا۔ جس کے مطابق کارروائی ہوتی رہی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے ۲۶ کو مستورات کے جلسہ میں تقریر فرمائی۔ اور حضور کے علاوہ حافظ جمال احمد صاحب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اور مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان ۔ مورخہ یکم جنوری ۱۹۲۳ء

نئے خلیفۃ المسلمین سے مسلمانانِ ہند کی بیزاری

اگرچہ نئے "خلیفۃ المسلمین" کو جن سے سیاسی اقتدار بالکل چھین لیا گیا ہے۔ تسلیم کرانے کے لئے کارکنانِ خلافت خاص کوشش اور سعی سے کام لے رہے ہیں۔ اور جلسے منعقد کرا کے نئے انتخاب سے اپنا اتفاق ظاہر کر رہے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جنہیں اپنے اُس دعوے کا کچھ بھی خیال ہے جس کی بنا پر خلافت ٹرکی کی حمایت اور تائید میں مسلمان کھڑے ہوئے تھے۔ اور جس کو شریعت اسلامیہ کے رو سے خلافت کے لئے ضروری اور اہم بتاتے تھے۔ یعنی یہ کہ خلافت اور سیاسی اقتدار لازم و ملزوم ہیں۔ اور بغیر سیاست خلافت ہیچ ہے۔ وہ موجودہ خلیفہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو جمعیۃ العلماء ہند کے خاص رکن ہیں۔ "خلافت سے دل لگی" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔

"آج ریوٹر کی خبریں آ رہی ہیں۔ اور مرکزی خلافت کمیٹی تصدیق کرتی ہے۔ کہ عبدالمجید خاں آفندی کو خلیفہ بنایا گیا۔ اور لقب ہز ہائینس دیا گیا۔ جس کے معنے یہی ہیں۔ کہ سیاست اور ملکی اقتدار ان سے الگ کیا گیا۔ جس کی پہلے ہی سے اشاعت ہو رہی تھی جس کو ہم ہندوستانی ریوٹر ایجنسی کی دل لگی سمجھتے رہے۔ لیکن اب جو متواتر اسی بارے میں خبریں آئی ہیں۔ اور مرکزی خلافت کمیٹی نے اس کی تصدیق کی ہے۔ تو ہم بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ جن لوگوں نے عبدالمجید آفندی کو بے سیاست بادشاہ بنایا ہے۔ درحقیقت خلافت سے ایک قسم کی دل لگی کی ہے۔ ہم ایسے بے سیاست خلیفہ کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں"

پھر لکھا ہے۔

"خاص انگورہ کی مجلس نے کثرت رائے سے شاہی خاندان کے ولی عہد عبدالمجید خاں آفندی کو بے تاج بادشاہ بنا کر خلیفہ نام رکھ دیا۔ اس کے سوا ہم کچھ نہیں کہتے۔ کہ یہ طریق کار در اصل خلافت سے دل لگی ہے۔ ایسے بے سیاست شخص کو خلیفہ ماننے کے لئے ہم کسی طرح تیار نہیں" (دیکھیں یکم دسمبر ۱۹۲۲ء)

جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی یہی سمجھا۔ کہ نئے خلیفہ کو انگورہ کی مجلس نے کثرت رائے سے منتخب کیا ہے۔ اور انگورا سے آنے والی خبروں میں ظاہر بھی یہی کیا گیا تھا۔ کہ کثرت رائے سے خلیفہ کا انتخاب ہوا ہے۔ لیکن اب جو حالات ظاہر ہو رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بھی غلط تھا۔ چنانچہ حسب ذیل تفصیلی حالات جو شائع ہو رہے ہیں۔ اس پر خوب روشنی ڈالتے ہیں۔ انگورہ کے محکمہ امور دینی نے باوجود کمال پاشا کے زیر اثر ہونے کے خلیفہ سے سیاسی اقتدار کی علیحدگی کی مخالفت کی۔ اور ظاہر کیا۔ کہ ایسا کرنا سیاسی اور مذہبی دونوں لحاظ سے خراب ہے۔ کیونکہ خلیفۃ المسلمین کا اختیار افواج اسلامی سے اٹھا دینا نصوص قرآنی اور احادیث نبوی دونوں سے ممنوع ہے۔ اس کے بعد کئی بار اسی تجویز پر سرگرمی سے مباحثہ ہوا۔ اور زور شور کی مخالفت کے بعد مسترد کر دی گئی۔

پھر اس تحریک کی مخالفت خاص طور پر ۹۸ خود مختار مندوبین نے کی۔ جو خلافت اور سلطنت کے مناصب کی علیحدگی نہیں چاہتے تھے۔ اور ۲۵ دیگر ائتلاف پسند مندوبین نے تائید کی۔ جو مرکزی کمیٹی آستانہ کی زیر ہدایت کام کر رہے تھے۔ اس طرح مصطفےٰ کمال پاشا اور ان کی جماعت کے لئے تحریک کا منظور کرا لینا ناممکن ہو گیا۔ مگر باوجود مجلس مذہبی کی نامنظوری اور جماعتوں کی مخالفت کے یہ تجویز پھر مجلس میں پیش کی گئی۔ اور رائیں طلب کی گئیں۔ ہاتھ اٹھائے گئے۔ اور یہ سنا دیا گیا۔ کہ تجویز اتفاق رائے سے منظور ہو گئی۔ اس تجویز کے اس طرح پاس کر دینے کے بعد عبداللہ عزمی کمشنر امور مذہبی نے بطور احتجاج استعفےٰ داخل کر دیا۔

ایک دوسری خبر یہ بتاتی ہے۔ کہ مجلس ملی انگورہ کے نصف سے بھی کم اراکین نے سلطان کے خلیفہ ہونے کی حیثیت میں دنیوی اختیارات سے علیحدگی کے حق میں رائے دی ہے۔ اس ریزولیوشن کی جو یکم نومبر کو پاس ہوا مجلس کے متعدد فریقوں اور محکمہ امور شرعیہ نے سخت مخالفت کی۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی کوششوں کے باوجود مجلس کے ۳۵۰ اراکین میں سے صرف ۱۴۳ نے نئے خلیفہ کے حق میں رائے دی۔ اور یکم نومبر کے ریزولیوشن کو جائز قرار دینے والے فتوے کے موقع پر صرف ۱۶۲ اراکین شامل ہوئے۔

ان خبروں نے اس خیال کو بالکل باطل کر دیا۔ کہ نئے خلیفہ کا انتخاب کثرت رائے سے ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ یہ کارروائی علماء کے فتوے کے سراسر خلاف کی گئی۔

ایسی صورت میں ہندوستان کے ان لوگوں کو جو نئے خلیفہ کے انتخاب کی تائید میں جلسے کرا کے مبارکباد اور بیعت کے ریزولیوشن پاس کرا رہے ہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ کیا وہ ایسے خلیفہ کے لئے یہ سب کچھ کرا رہے ہیں۔ جو نہ ان کے اصل کے ماتحت کثرت رائے سے منتخب ہوا ہے۔ نہ جس کے انتخاب کو علمائے انگورہ نے جائز قرار دیا ہے۔ اور نہ جو ان کے عقیدہ کے مطابق سیاسی اقتدار رکھتا ہے بلکہ محض مصطفےٰ کمال پاشا کی خودسری کا نتیجہ ہے۔

ایسے لوگوں کو معاصر "مشرق" (۱۴ دسمبر ۱۹۲۲ء) مخاطب کرتا ہوا لکھتا ہے۔

"ہندوستان کے ان مسلمانوں سے جو خود کو خلافت کا شیدا اور عاشق سمجھتے ہیں۔ یہ بات دریافت کی جاتی ہے۔ کہ ان کی رائے میں جمعیت علمیہ انگورہ کی یہ غلطی کس قاعدہ شرعیہ سے قابل تسلیم ہے"

پھر لکھتا ہے۔

"ہندوستان کے بڑے بڑے جلیل القدر علماء فضلاء بھی اس تقسیم کے ضرور خلاف ہونگے۔ مگر اس وقت ان سب کی زبانوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ پہلے تو ہندوستان

کے گروہ احرار نے یہ صدا بلند کی۔ کہ یہ خبر ہی غلط ہے۔ ایسا کبھی احرار ترک نہ کرینگے۔ اور انگورہ کو تار دئے۔ سب کچھ کیا۔ مگر سلطان وحید الدین پر مقدمہ چلانے کی تجویز کی گئی۔ اور وہ قسطنطنیہ سے نکل آئے۔ تو اب سلطان وحید الدین کی شان میں کلمات ناشائستہ خلاف تہذیب اسلام کہے جاتے ہیں۔ اور حکومت انگورا کے اس فعل خلاف شریعت اسلام کی تائید کی جاتی ہے۔ کہ خلافت و سلطنت الگ کر دی جائے۔

فی الواقعہ یہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔ کہ مسلمانان ہند نئے خلیفہ سے جہان کے عقائد۔ اور اصول کے بالکل خلاف بنائے گئے۔ اور جس سے سیاسی اقتدار کی علیحدگی ان کے نزدیک شریعت اسلامیہ کے قطعاً خلاف اور خلیفہ کی حیثیت کو معدوم کرنے والی ہے۔ اسے شرعی خلیفہ قرار دے رہے ہیں۔ اور اس کے لئے ان کا جوش اخلاص اس قدر بڑھ گیا ہے۔ کہ بیعت کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہے۔ کہ خود کمالیوں نے بھی نہ موجودہ خلیفہ کی بیعت کی ہے۔ اور نہ اس کے لئے وہ تیار ہونگے۔

اگرچہ مسلمانان ہند کی یہ روش نہایت مضحکہ خیز اور شریعت اسلامیہ کے ساتھ دل لگی کی مصداق ہے لیکن انہی میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو موجودہ خلیفہ ترکی کی پوزیشن۔ تقویٰ طہارت زہد و اتقا کو پیش کر کے حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ روزانہ "اخبار" بریلی (۳۰ نومبر) لکھتا ہے۔

"موجودہ انتخاب پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ بس اب خاندان عثمانیہ کے یہ چند روزہ خلیفہ ہیں۔ کیونکہ سلطان عبد المجید صاحب کے منصب خلافت کو خیال کیجئے۔ اور آپ کے کمالات پر غور کیجئے۔ جو خلیفہ کے لئے کس قدر ضروری ہیں۔ آپ فن مصوری میں نہایت مہارت رکھتے ہیں۔ جو شرعاً قطعی حرام ہے۔ آپ علم موسیقی میں یعنی گانے بجانے میں جو مراثیوں کا ذلیل کام ہے۔ نہایت استاد ہیں"

خطبہ جمعہ میں نئے خلیفہ کا نام پڑھے جانے کی تجویز کے متعلق اخبار مذکور لکھتا ہے۔

"خلافت کمیٹی کی طرف سے اعلان ہوا ہے۔ کہ نماز جمعہ کے خطبہ میں خلیفۃ المسلمین امیر المومنین کے بعد سلطان عبد المجید کا نام لیا جائے۔ ہم کو تو ہندوستان کے مسلمانوں سے امید نہیں۔ کہ وہ ایسے شخص کا نام جمعہ کے متبرک خطبہ میں لینا پسند کرینگے۔ جس کی ڈاڑھی صاف ہو۔ کوٹ پتلون کالر نکٹائی مفلر لگائے ہوئے ہو۔ علم موسیقی کا استاد اور فن مصوری میں مہارت کامل رکھتا ہو۔ مسلمانوں نے اسلام کو اپنے دل سے اتنا نہیں بھلا دیا ہے۔ کہ وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں۔ کہ خلافت کے لئے کس قدر زہد و تقویٰ اور علم کی ضرورت ہے"

لیکن معاصر مذکور کو ان جلسوں کی روئداد سے جو ۷ دسمبر بروز جمعہ مختلف مقامات میں منعقد کئے گئے معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ اس کی امید اور توقع کے خلاف نئے خلیفہ کا نام بڑے زور شور کے ساتھ خطبوں میں پڑھا گیا۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جدید "خلیفۃ المسلمین" کی شبیہ بھی ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لئے پیش کر دی جائے۔ جو معاصر پیسہ (۲۹ نومبر) نے شائع کی ہے۔ تاکہ ان کی علمیت اور روحانیت سے آگاہ ہونے کے ساتھ ہی ان کی ظاہری شرعی پابندی کا بھی پتہ لگ جائے۔ نیز ان کی بیعت کے لئے جو لوگ آمادہ اور تیار ہو رہے ہیں۔ یا جو بیعت کر چکے ہیں۔ وہ اپنے روحانی رہنما کی زیارت کر سکیں۔

"جدید خلیفۃ المسلمین"

بانی آریہ سماج کی پراسرار زندگی

پنڈت دیانند صاحب کی ابتدائی زندگی کے پردہ راز میں ہونے کے متعلق ہم نے "آریہ گزٹ" کو مخاطب کر کے ایک مضمون لکھا تھا۔ اس کے جواب میں اس نے پہلے تو کچھ نہ لکھا۔ اور لکھا بھی کیا۔ جب اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب ہی نہیں۔ کہ پنڈت دیانند صاحب کیوں اپنی ابتدائی زندگی کے حالات چھپاتے۔ اور ان پر پردہ ڈالنے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے۔ البتہ دوسرے آریہ اخبار "پرکاش" (۱۰ نومبر) نے دیانندی طرز تحریر میں ایک کالم سیاہ کیا۔ اور پھر اسی بات کو اب "آریہ گزٹ" نے بھی پیش کیا ہے۔ مگر ان دونوں اخبارات نے ہمارے مذکورہ بالا مطالبہ کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے ایک نیا دعوےٰ پیش کر دیا ہے۔ کہ

"کوئی سنیاسی جو کہ اپنے دھرم پر ثابت قدم ہو۔ کبھی اپنے دنیاوی رشتہ داروں کا پتہ دینا کجا۔ ان کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتا۔ سوامی جی نے بھی اپنے دھرم کا پالن کرتے ہوئے اپنے جنم ستھان اور ماتا پتا کا پتا دینا مناسب نہ سمجھا"

مگر "پرکاش" کو یاد رہے۔ کہ یہ لکھ کر وہ ہمارے مطالبہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کیوں کوئی سنیاسی اپنے ابتدائی حالات کو چھپاتا۔ اور لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ اسکی وجہ کیا ہے۔ پھر اگر سنیاسی کا اپنے پہلے حالات کو چھپانا دھرم کا پالن کرنا ہے۔ تو اس کے انہی حالات کا کھوج لگانا کیونکر جائز ہو گیا۔ کہ آریہ سماج اس امر کے لئے کوشش کر رہی ہے۔

"پرکاش" نے اسلام سے پہلے انبیاء کے مفصل حالات زندگی معلوم نہ ہونے کی مثال کو پیش کیا ہے۔ مگر یہ سراسر اسکی کوتہ بینی اور کم فہمی ہے۔ کیونکہ نہ ان انبیاء کے احکام اور امثال پر چلنے والے لوگ دنیا میں موجود ہیں۔ نہ ان کے مفصل حالات زندگی کی ضرورت۔ لیکن پنڈت دیانند کے پیرو کہلانے والے تو آریہ صاحبان موجود ہیں اور وہ سماج کے بانی کی ابتدائی زندگی کے حالات کا کھوج لگانا ضروری بھی سمجھ رہے ہیں۔ ایسی صورت میں پنڈت صاحب کی پہلی زندگی کا پردہ راز میں ہونا بالکل الگ بات ہے۔ پھر اس حالت میں جبکہ پنڈت صاحب پر ایک صدی بھی نہیں گذری بات دراصل یہی ہے۔ کہ پنڈت صاحب موصوف کی ابتدائی

مکتوبات امام علیہ السلام

(مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے افسر ڈاک)

گورنمنٹ برطانیہ اور احمدی

شیخ محمود احمد صاحب مبلغ مصر نے اپنے ایک عریضہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو لکھا کہ مصر کے بعض امراء سے ملاقات ہوئی بطور اعتراض کہا۔ کہ احمدی انگریزوں کے معاون اور ان کو ہندوستان میں رکھنے کا باعث ہیں۔

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور نے حسب ذیل خط لکھوایا۔

ان کو میری طرف سے پیغام پہنچا دیں۔ کہ یہ تو ان کی حسن ظنی ہے۔ کہ ہم اس قدر طاقت رکھتے ہیں۔ کہ انگریزوں کو ہندوستان میں رکھے ہوئے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ ہم اس قدر قلیل التعداد ہیں۔ کہ مسیحیوں سے بھی جو انگریزوں کے ہم قوم ہیں۔ تھوڑے ہیں۔ پس ہم ان کو کیونکر رکھ سکتے ہیں۔ ہاں ایک اور طرح ہم ان کے یہاں رکھنے کے بیشک باعث ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہماری خاطر اللہ تعالٰے نے ان کو اس ملک میں رکھا ہوا ہے۔ اور اس فضل الٰہی کو روکنا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔

اس سے نہیں کہ ہم اسلام کی تعلیم کے ماتحت صرف انگریزوں کے خیرخواہ نہیں ہیں۔ بلکہ درحقیقت ہم حکومت کے خیرخواہ ہیں۔ جس قدر بے چینی اور بے اطمینان دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس سب کا باعث یہ ہے کہ قانون کا ادب لوگوں کے دلوں میں نہیں رہا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ لوگ شریعت سے بھی متنفر ہو رہے ہیں۔ کبھی دنیا امن نہیں حاصل کر سکتی۔ جب تک وہ کسی ایک اصل کے ماتحت کام نہیں کرتی۔ جب تک یہ قانون رہیگا۔ کہ ہر ضرورت کے وقت نیا اصل قرار دیا جائے۔ اس وقت تک امن نہیں ہو سکتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ لوگ جو اس وقت دنیا میں بے چینی پیدا کر رہے ہیں۔ وہ کسی ایک اصل پر قائم نہیں ہیں۔

ہمارا اصل یہ ہے۔ کہ جو حکومت جس ملک میں قائم ہو گی ہو۔ ہمیں اس کے ساتھ وفادار رہنا چاہئے۔ اور اس میں اگر کچھ خرابیاں ہیں تو اس کے ساتھ ملکر با امن ذرائع سے اس کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہئے۔ اور ہمیں پورا یقین ہے۔ کہ اگر کسی قوم کے اندرونی اخلاق درست ہو جائیں تو کوئی غیر قوم خواہ وہ کس قدر ہی دلیر اور جری کیوں نہ ہو۔ خواہ کس قدر ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔ اس پر حکومت نہیں کر سکتی۔ اس کا دل محسوس کر جاتا ہے۔ کہ اب اس میں حکومت کرنا میرے لئے مہلک ہو گا۔ اور وہ خود عنان حکومت اپنے ہاتھ سے رکھ دیتی ہے۔

پس ہم اپنے اصل کے ماتحت ہر ملک کے لوگوں کو کہینگے۔ کہ وہ اپنے ملک کی خیرخواہی کریں۔ اگر ہمارا اصل دنیا میں قائم ہو جائے۔ تو دنیا سے لڑائی بند ہو جائے۔ اگر قیصر کو یہ یقین ہوتا۔ کہ انگریزوں کے تمام علاقے اسی وفاداری سے ان کا ساتھ دینگے۔ جس وفاداری سے انہوں نے ساتھ دیا ہے۔ تو وہ جنگ سے پہلے سوچ لیتا۔ اور اگر کسی حملہ آور کو یہ یقین ہو کہ کسی حکومت کی رعایا سب کی سب ایک مذہبی فرض سمجھکر اپنی حکومت کا ساتھ دیگی۔ تو کیا اس پر وہ حملہ کرنے کی جرأت کریگا۔ اگر وہ طاقتور بھی ہو۔ تو وہ سمجھ لیگا۔ کہ جب میں اس ملک کو فتح کر لونگا۔ تو وہ ایک بنجر علاقہ ہو گا۔ اور میرے کام کا نہ ہو گا۔ کیونکہ سب لوگ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جان دیدینگے۔ غرض یہ اصل اگر قائم ہو جائے۔ تو سب دنیا میں امن ہو جائے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ لوگ انگریزوں سے محبت کریں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ انگریزوں کے ماتحت ان سے وفادار ہوں۔ اور مصری رعایا وہاں کی حکومت کی وفادار رہے۔

اگر ہمارے اس زریں اصل پر مصری عمل کرتے۔ تو انگریز تو کیا سارا یورپ بھی مصر پر قبضہ نہ کر سکتا تھا۔ پھر اگر ہندوستانی اسوقت اسپر عمل کرتے۔ جب انگریز یہاں آئے۔ تو کیا وہ اس ملک پر قبضہ کر سکتے تھے۔ اب بھی جب تک اس اصل پر عمل نہ کیا جائیگا۔ امن قائم نہ ہو گا اور نہ کبھی ظالم اپنے ظلم کو ترک کریگا۔ اور پھر ان سے یہ بھی کہیں کہ وہ لوگ ہندوستان کی حالت سے واقف نہیں۔

اس ملک کو وہ مصر پر قیاس نہ کریں۔ ہندوستان میں چھ سات بڑے بڑے مذہب ہیں۔ ہندو مذہب جین سکھ قدیم اقوام ہند کے بعض مذاہب جو ادنیٰ اقوام کہلاتی ہیں۔ اور مسلمان سوائے مسیحیوں اور سکھوں کے باقی سب قومیں بوجہ قدیم سے یک جا رہنے کے مسلمانوں کے خلاف ایک بنی ہوئی ہیں۔ سکھ گو نئی قوم ہیں۔ لیکن بعض سیاسی حالات کے ماتحت ان کو بھی مسلمانوں سے زیادہ نفرت ہے۔ بہ نسبت ہندوؤں کے اور ان سب قوموں میں سخت عداوت ہے۔ اس قدر سخت کہ اس کا اندازہ غیر ملک کے لوگ نہیں کر سکتے۔

ہندو لوگ چونکہ تعلیم میں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ہر صیغہ پر ان کا قبضہ ہے۔ تجارت ان کے ہاتھ میں ہے۔ تعلیم ان کے ہاتھ میں ہے۔ حکومت کے عہدوں پر وہ قابض ہیں۔ صرف زراعت مسلمانوں کے پاس تھی۔ سود رہن وغیرہ کے ذریعہ سے اس کے بھی بہت سے حصہ پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اگر گورنمنٹ دخل نہ دیتی۔ تو سب زمین ہندوؤں کے قبضہ میں چلی جاتی۔ یہ تو پنجاب کا حال ہے۔ جہاں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے زیادہ ہے۔ دوسرے صوبجات کا حال اس سے بھی بدتر ہے۔ اب تک باوجود انگریزی حکومت کے ان گاؤں میں جہاں ہندو مالک ہیں۔ بعض جگہ اذان کی اجازت نہیں۔

ہمارے قادیان کے پاس ہی بعض گاؤں میں اذان کی اجازت ہندو مسلمانوں کو نہیں دیتے۔ اگر حکومت کے پاس اس بات کی شکایت کریں۔ تو مالک ان کو اس قدر دق کر سکتے ہیں کہ وہ گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہوں ایک جگہ پر کچھ احمدی ہوئے۔ تو انہوں نے مقابلہ کر کے اذان کہنی شروع کی۔ مگر چھ سات سال تک مارپیٹ ہوتی رہی۔ اور مقدمات کرتے کرتے آخر ایمان غالب آیا۔ مگر سب مسلمانوں کا یہ حال نہیں۔ وہ تو شاید زیادہ سختی دیکھکر اپنے مذہب کو ہی چھوڑنے کیلئے تیار ہو جائیں۔

پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد ۵۵ فیصدی ہے گویا نصف سے زیادہ ہیں۔ مگر ان کا حصہ میڈیکل کالج میں صرف ۴۰ فیصدی رکھا گیا تھا۔ یعنی باوجود مسلمان طالبعلم میسر آنے کے ان کو کالج میں داخل نہیں کیا جاتا تھا۔

اور ہندوؤں کو اس کے مقابل میں داخل کیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ سب عہدوں پر ہندو قابض تھے۔ ان کا رسوخ تھا۔ اب ریفارمز کے ماتحت مسلمان منسٹر تعلیم کا انچارج ہوا۔ تو اس نے ڈرتے ڈرتے ۴۰ فیصدی طلباء کے لینے کے لئے حکم دیا۔ اور اس پر اس قدر شور ہوا ہے کہ الاماں۔ اور پھر اس قدر ردی کی گئی۔ کہ چونکہ ممتحن ہندو ہوتے ہیں اس سال انہوں نے ۹۰ لڑکے بھی مسلمانوں کے ایف ایس سی میں پاس نہیں کئے تا کالج میں داخل ہونے کو مسلمان میسر ہی نہ آویں۔ حالانکہ امتحان میں دو سو سے زائد لڑکے شامل ہوئے تھے۔ دو سو سے زائد لڑکے شامل ہوں۔ اور ان میں سے ۹۰ بھی پاس نہ ہوں حالانکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اور نہ عقل کبھی ایسا نتیجہ فرض کر سکتی ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ جان بوجھ کر سینکڑوں لڑکوں کی عمر برباد کی گئی ہے۔ ان حالات میں وہ لوگ بتائیں کہ اگر ہندوستان سے انگریز چلے جائیں۔ تو مسلمانوں کا کیا حال ہوگا۔ اس وقت بھی ہندو ریاستیں موجود ہیں ان میں مسلمانوں پر اس قدر ظلم ہو رہے ہیں۔ کہ وہاں کے لوگ سوراج کے نام سے کانپتے ہیں۔ پس گو اس وقت مسلمان سوراج کے نام پر فدا ہیں۔ لیکن ان کا فائدہ اسی میں ہے کہ ایک غیر قوم ہندوستان میں رہے۔ اور مسلمانوں کو ان مظالم سے بچا سکے۔ جو اس وقت ان پر ہو رہے تھے۔ جب انگریز ابھی نہیں آئے تھے۔ اور پھر اس سے بھی زیادہ زور شور سے ان پر نازل ہونگے۔ اگر انگریز یہاں سے چلے گئے۔ وہ مصر پر ہندوستان کو قیاس نہ کریں۔ یہاں کا حال بالکل مختلف ہے۔ اور مسلمانوں کا اس حالت کے بدلنے کی کوشش کرنا ان کی سخت بدقسمتی ہے۔ اور وہ ربنا باعد بین اسفارنا کہنے والی قوم کی طرح اپنی تباہی کے لئے آپ اسباب پیدا کر رہے ہیں۔

ان سے یہ بھی کہیں۔ کہ صداقت کا قبول کرنا دنیاوی اصول کی بنا پر نہیں ہوتا۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ مسیح موعود خدا کی طرف سے ہے۔ تو وہ کیا خدا کی آواز کو اس لئے رد کرتے ہیں۔ کہ انگریزوں کی خدمت کی جاتی ہے۔ اور اگر ہمارے آقا کا دعوےٰ جھوٹا ہے (نعوذ باللہ) تو کیا وہ صرف اس لئے ایک مفتری کو قبول کرینگے کہ اس کی جماعت نے ان کی خواہش کے مطابق ایک قوم کی دشمنی کا بیڑا اٹھالیا ہے۔ یہ ایمان میری سمجھ سے باہر ہے۔ بلکہ یہ ایمان ہی نہیں۔ باقی رہا یہ کہ میں نے شہزادہ ویلز کو لکھا۔ کہ میں آپکا خادم ہوں۔ سو تعجب کی جگہ نہیں۔ خدا کے جو لوگ ہوتے ہیں۔ وہ سب کے خادم ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کے آداب کا خیال رکھتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہا گیا کہ ملوک بلا مہر کے خط نہیں لیتے۔ تو آپ نے مہر بنوالی۔ پس جب ان لوگوں میں رواج ہے۔ کہ حکام کو خط لکھتے وقت یہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور ان میں شرک وغیرہ کی بو نہیں تو قولوا لہ قولاً لیناً کے حکم کے ماتحت اگر میں نے یہ الفاظ لکھ دیئے تو عین احکام الہٰی کے ماتحت کام کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سید القوم خادمھم پھر ہمارے آقا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

منکہ ہی برائے من کہ ماموریم خدمت را

پس اس لفظ کے استعمال میں قابل اعتراض کوئی بات نہیں۔ باقی ہمارا تعلق انگریزوں سے رعایا ہونے کا بھی ہے۔ یہ تعلق ہمارا ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ جو ہمارے مرید ہوں۔ لیکن انگریزوں کے ماتحت نہ ہوں۔ تعلقات نسبتی ہوتے ہیں۔ ہمارا تعلق مریدوں سے روحانی ہوتا ہے۔ اور یہ تعلق جسمانی ہے۔ حضرت یوسفؑ کافر بادشاہ مصر کے ملازم تھے۔ اور اسے اللہ تعالےٰ نے ان کی عزت قرار دیا ہے۔ مگر وہ نبی بھی تھے۔ اور ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ کہ ان پر ایمان لانے والے لوگ خواہ کسی ملک کے ہوں مصر کے بادشاہ کے غلام ہوں گے۔ اگر حضرت یوسفؑ کی باوجود نبی ہونے کے ایک کافر بادشاہ کی فی الواقع ملازمت کرنے میں ہتک نہیں ہوئی۔ تو میری تحریر بطور رعیت اپنے آپ کو خادم کہلانے سے میری یا اور کسی کی ہتک کیونکر ہو سکتی ہے۔ یہ ایک دنیاوی تعلق ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ حضرت عائشہ جس جگہ سے پانی پیتیں۔ رسول کریم بھی وہاں ہی برتن پر منہ رکھکر پانی پیتے۔ تو کیا اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ رسولؐ سے بھی زیادہ بابرکت تھیں۔ نہیں کیونکہ آپ کا حضرت عائشہ سے یہ سلوک دنیاوی تھا۔ اپنی عظمت کے لحاظ سے نہ تھا۔ دینی لحاظ سے وہ آپ کی ایک خادمہ تھیں۔ اسی طرح دینی طور پر جو درجہ خدا نے ہمکو دیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی بادشاہت سب بالکل ہیچ ہے۔ اور میں بارہا اپنے لیکچروں میں بیان کر چکا ہوں۔ بلکہ گورنمنٹ کی چٹھیوں میں بھی لکھ چکا ہوں۔ کہ گورنمنٹ مجھے کوئی عزت نہیں دے سکتی۔ کیونکہ اگر وہ کچھ اپنے پاس سے بھی مجھے دیدے۔ تب بھی وہ اس درجہ کی خاک کو بھی نہیں پہونچ سکتی۔ جو خدا نے مجھے دیا ہے۔

تعزیہ روکنا

ایک جگہ شیعوں کے تعزیہ کو روکنے کے لئے تجویز کی گئی۔ جس میں احمدیوں کو بھی شامل ہونے کے لئے کہا گیا اس پر حضرت خلیفۃ المسیح سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ اس کے جواب میں حضور نے یہ خط لکھوایا۔

ہمیں اس سے کیا۔ کوئی کچھ کرے۔ یہ ناجائز ہے۔ کہ کوئی کسی کی مذہبی رسوم کو بند کرانے کی کوئی کوشش کرے۔ اگر شیعوں کا تعزیہ بند کرانے کی وہ آج درخواست کرتے ہیں۔ تو کل وہ آپ کی نماز کے بند کرانے کی کوشش کرینگے۔ جو لوگ غیر مذاہب کی عبادت کے وقت شور مچاتے ہیں۔ وہ پاگل اور مجنوں ہیں۔ اس بات میں آزادی ہے جس عبادت کو کوئی درست اور سچا سمجھکر کرے۔ جب تک ہمارے معاملہ میں وہ نہ جھگڑیں۔ ہمیں کوئی دخل نہیں دینا چاہئے۔

درود شریف

ایک دوست نے عرض کی کہ درود شریف میں نبی کریم صلعم اور آل نبی کریم صلعم کے لئے اس رحمت و برکت کی

دعا کی جاتی ہے۔ جو رحمت و برکت اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر فرمائی ہے۔ گویا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم کی رحمت اور برکت سے حضرت ابراہیم کی رحمت اور برکت زیادہ ہے۔ کیونکہ کسی سے زیادتی کے لئے التجا کی جاتی ہے۔ اس میں کیا حکمت اور معرفت ہے۔

فرمایا۔ درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رحمت اور برکت کی زیادتی نہیں مد نظر رکھی جاتی۔ اس دعا میں یہ حکمت ہے کہ حضرت ابراہیم سے اللہ تعالےٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ان کی اولاد سے اعلےٰ سے اعلےٰ انسان پیدا کریگا۔ یہ امر خدا کا فضل تھا۔ چنانچہ رسول کریم صلعم بھی آپ کی اولاد میں سے ہی تھے۔ اور رسول کریم صلعم کو یہ دعا سکھلائی گئی۔ کہ آپ بھی دعا کریں۔ کہ آپ کی امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں۔ اس سے مشابہت ثابت ہوتی ہے۔ افضلیت نہیں اسیطرح کما صلیت علےٰ ابراھیم کی دعا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا انکار سب نبیوں کا انکار ہے

ایک صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح نے لکھوایا۔ جب کوئی شخص کسی چیز کو پہچانتا ہے تو پھر ویسی ہی ایسی چیزوں کا پہچان لینا اس کے لئے مشکل نہیں ہوتا۔ ہم مرزا صاحب کو خدا کا مامور اور مرسل مانتے ہیں۔ جب تک ہم اس یقین کے اوپر قائم ہیں ہم ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ کوئی شخص جو آپ کو نہیں مانتا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ کو پہچان لیا۔ حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے سے معلوم ہو گیا۔ کہ اس نے پہلے نبیوں کو بھی نہیں پہچانا تھا۔ صرف ماں باپ کے کہنے سے اس نے مان لیا تھا۔ اگر وہ ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوتا تو وہ ہندو ہوتا۔ اگر عیسائیوں کے گھر ہوتا تو عیسائی ہوتا۔ پس جو شخص امتحان کے وقت فیل ہو گیا۔ کیا آپ یہ کہینگے۔ کہ اسے ہم پاس کہیں۔ مسلم اور کافر کے معنے دراصل یہی ہیں۔ کہ پاس اور فیل۔ خدا کسی مرسل کو بھیجکر امتحان لیتا ہے کہ نبیوں کو لوگ پہچانتے ہیں یا نہیں۔ جو اس کو مانتے ہیں۔ وہ پاس ہوتے ہیں۔ اور جو نہیں مانتے وہ فیل ہوتے ہیں۔ اور وہ کافر کہلاتے ہیں۔ کیا کبھی کوئی شخص دوسرے سے یہ سوال کر سکتا ہے۔ کہ وہ فیل کو پاس کیوں نہیں سمجھتا۔ حساب کی کتابوں میں سوالات حل کر کے لکھے ہوتے ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں اگر کوئی شخص حل کردہ سوالوں کو نقل کر دے۔ تو وہ پاس ہو جائیگا یا وہ پاس سمجھا جا سکتا ہے۔ جس کے سامنے نئے سوال رکھے جائیں۔ اور وہ نکالدے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا ماننا ایک مسلمان کے لئے ایسا ہی ہے۔ جیسے حل شدہ سوالوں کا حل کر لینا۔ وہ تو باپ دادے سے مانتے چلے آئے ہیں۔ اس کے ایمان کا تو تب پتہ لگ سکتا ہے۔ جبکہ نیا سوال اس کے سامنے رکھا جائے۔ اور پھر وہ نکالدے۔ جن لوگوں کے سامنے نیا سوال پیش کیا جائے اور وہ حل نہ کریں۔ ہم ان کو پاس نہیں کہہ سکتے۔ ان کے لئے یہی رستہ کھلا ہے۔ کہ وہ دوبارہ کوشش کریں۔ اور سوال کو حل کریں۔ اسی صورت میں وہ پاس ہو سکتے ہیں ممتحن کو گالیاں دینے سے پاس نہیں ہو سکتے۔

سکرٹری تعلیم و تربیت کے فرائض

ایک دوست کے خط کے جواب میں لکھی۔ حضور فرماتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو تعلیم کا افسر امیر نہیں ہونا چاہئیے۔ امیر کے پاس خود کوئی کام نہیں ہونا چاہئیے۔ امیر سارے کاموں کا نگران ہوتا ہے۔ خود اس کے پاس کوئی کام نہیں ہونا چاہئیے۔ سکرٹری تعلیم و تربیت کے فرائض کے متعلق حضور فرماتے ہیں کہ وہ اس بات کو مد نظر رکھے۔ کہ جماعت کے بچے دینی واقفیت حاصل کر رہے ہیں یا نہیں۔ قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ نمازوں میں چست ہیں یا نہیں۔ احمدیت کے ساتھ ان کا تعلق اور محبت پیدا کی جاتی ہے۔ اخلاق خراب تو نہیں۔ آوارہ تو نہیں۔ غیر احمدیوں کا اثر ان کے اوپر تو نہیں۔ سلسلہ کے مرکز کے ساتھ تو تعلق اور محبت ہے۔ اسی طرح بڑے لوگوں کے متعلق وہ یہ دیکھے کہ جو لوگ سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ زیادتی علم کے لئے بھی کوشش کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ اسلام کے ضروری مسائل سے واقفیت حاصل کی جاتی ہے یا نہیں۔ نمازوں میں سست تو نہیں۔ معاملات میں سست تو نہیں۔ کسی قسم کے عیب میں تو وہ نہیں پھنسے ہوئے۔ کہ جس کا اثر سلسلہ اور جماعت پر پڑتا ہے۔ سلسلہ کے معاملات سے آیا لوگ کافی دلچسپی رکھتے ہیں یا نہیں۔ قرآن شریف اور حدیث اور حضرت مسیح موعود کی کتب کی طرف بھی توجہ ہے۔ یا نہیں۔ آپس میں لڑائی جھگڑا اختلاف تو نہیں۔ آپس میں مل جلکر کام کرنے کی عادت ہے یا نہیں ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف بغض حسد اور نفرت تو نہیں۔ ان باتوں کا خیال رکھیں۔ جو نقائص ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس کے متعلق تدابیر سوچیں کہ جن سے یہ نقائص دور ہو سکتے ہوں۔

ام الالسنۃ

ایک طالبعلم نے سوال کیا کہ عربی زبان کا الہامی ہونا اصطلاحی طور پر ہے یا لغوی طور پر۔ اگر اصطلاحی طور پر ہے۔ اور فی الواقعہ ایسا ہی ہے۔ تو وہ کونسا شخص ہے جس پر یہ زبان ابتدائً الہام ہوئی۔ کوئی تاریخی ثبوت ہو۔ یا کم از کم یہ کہ کس پر نازل ہوئی۔ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا۔

عربی زبان کا الہامی ہونا اس کی بناوٹ اور پھر اس کے ام الالسنۃ ہونے سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کا ام الالسنۃ ہونا بتاتا ہے کہ اسے کچھ عالموں نے ملکر نہیں بنایا۔ اور اس کی بناوٹ بتاتی ہے کہ یہ زبان ترقی کرتے کرتے آپ ہی نہیں بن گئی۔ پس یہ زبان الہامی ہے۔ اور دینی استدلال اور بھی ہیں۔ مثلاً علم آدم الاسماء کلھا سے بھی ایک یہ استدلال ہوتا ہے۔ کہ ایسی زبان سکھائی۔ جو آئندہ ہر ضرورت کے لئے الفاظ وضع کر سکے گی۔ اور اپنے اندر علیم و خبیر خدا کی قدرتوں کی طرف اشارہ کرنے کے سامان رکھیگی۔ یہ زبان اس انسان کو بتائی گئی۔ جس نے سب سے پہلے زبان بولنی شروع کی۔

ایک نومسلم کے سوالات کے جواب

ایک نومسلم دوست نے حضور سے سوال کیا کہ کیا اسلام میں پتا کو مار دینا جائز ہے۔ اگر وہ کافر ہو۔ لیکن اس کے الٹ یہ بھی ہے کہ پتا خواہ کافر ہو اسکی خدمت کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ ماتا پتا کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا اسلام میں کفر کے سبب سے کسی کو بھی مار دینا جائز نہیں۔

دوسرا سوال ان کا یہ تھا کہ سب مذہب والے لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں مگر محمد رسول اللہ اسلام کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ بشر کو کیوں خدا کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ کیا صرف پہلا فقرہ کہنے والے کو مسلمان تسلیم کر سکتے ہیں۔ یا کہ نہیں۔ اس کے متعلق فرمایا

۔ شرک کہتے ہیں خدا کی صفات میں کسی کو شریک کرنے کو اور کلمہ کے معنی ہیں۔ اللہ معبود ہے۔ محمد صرف اس کا بندہ اور رسول ہے خدا نہیں۔ تو کیا نفی شرک سے بھی شرک ہو سکتا ہے

تیسرا سوال ان کا یہ تھا۔ کہ کیا وہی گیان خدا تعالیٰ نے رسول کریمؐ پر نازل کیا جو کہ شروع دنیا میں تھا۔ یا اور کوئی۔ اگر وہی تھا۔ جو کہ پرماتما نے شروع دنیا میں نازل کیا تھا۔ تو یہ تو ٹھیک ہے کہ اسکے قائم رکھنے کو رشی ہی پیدا ہوئے مگر ان میں بھید کیوں پیدا ہو گیا۔ گیان بدل گیا۔ یا ایشور کی اچھا کے مطابق پہلا گیان ناکافی ثابت ہوا۔ اور رشی منی تو سب مانتے ہیں کہ دھرم کو قائم کرنے کے لئے دنیا میں آتے ہیں۔ مگر وہ سب خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ اور پھر ان میں اتنا بھید کیوں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب حضور نے یہ دیا کہ انسان کی بناوٹ اور اسکی دنیاوی ترقی اور اسکی علمی ترقی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان بعض حالات میں آگے ترقی کرتا ہے پس علوم روحانیہ میں بھی اسکی قابلیتیں آگے نکل گئی ہیں۔ اس وجہ سے اس کے لئے ترقی یافتہ دماغ کے مطابق اسے گیان دیا گیا ہے پہلا گیان پہلوں کے لئے کامل تھا۔ پیچھے نیوں کے لئے۔ یہ اگر پہلا نہ ہوتا تو پہلوں کے لئے ناقص ہوتا۔ اور وہ اگر اب ملتا۔ تو ان کے لیے ناقص ہوتا۔ اس لئے خدا نے کسی کو ناقص چیز نہیں دی۔ ہر ایک کی ضرورت کے مطابق اسے کامل چیز دیدی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

جلسے کے متعلق

کارکنان جلسہ اور احباب قادیان کو انتباہ

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

دعاؤں کے دن

میری طبیعت علیل ہے۔ اور موسم بھی ایسا نہیں۔ کہ لوگ آرام سے جمع ہو سکیں۔ کیونکہ بارش ہو رہی تھی۔ اور مسقف جگہ کی تنگی تھی۔ اس لئے اختصار سے اپنے دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ دعاؤں پر زور دیں۔ بیشک ہماری جماعت کو حضرت صاحب نے دعاؤں کی طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ اور ہماری جماعت کے لوگ قرآن کریم پڑھنے کے زیادہ عادی ہیں۔ انہوں نے قرآن کریم میں دعا کے متعلق دیکھا ہے۔ اور بحیثیت مسلمان ہماری جماعت کو دعا پر یقین بھی ہے۔ پھر بھی جس بات پر زور دیا جاتا ہے اور بار بار بیان کی جاتی ہے۔ اس پر زیادہ عمل کیا جاتا ہے۔ دیکھو قرآن مجید تھا۔ مگر جب قرآن کریم کے واعظ نہ رہے۔ اور وعظ کے طریق بدل گئے۔ تو باوجود قرآن مجید کے موجود ہونے کے مسلمانوں نے دعاؤں کو چھوڑ دیا۔ اس لئے میں توجہ دلاتا ہوں کہ یہ دن دعاؤں کے ہیں۔ خدا کے فرستادہ نے یہ اجتماع جو مقرر کیا ہے یہ بھی اپنے اندر حج کا رنگ رکھتا ہے۔ گو یہ شریعت والا حج نہیں۔ مگر اس میں فوائد وہی مد نظر رکھے گئے ہیں جو حج میں ہیں۔ لیکن جس طرح مسلمانوں کی سستی سے حج برکت کا موجب نہ رہا۔ اور اب وہاں سے کتنے ہی ایمان کھو کر آتے ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ہماری غفلت سے یہ موقع بھی کھویا جائے۔ اس لئے یہ خشیت کے دن ہیں۔ انہیں دعاؤں میں صرف کرنا چاہئے۔ آنیوالوں کے لئے بھی دعائیں کرنی چاہئیں۔ ادھر میری طبیعت بھی دس بارہ روز سے خراب ہے۔ یہ حالت دیکھکر ڈر ہی آتا ہے۔ کہ میں بول بھی سکونگا یا نہ۔ اس موقع پر ہماری جماعت کے ہزاروں افراد آتے ہیں۔ اگر وہ خدانخواستہ اپنے امام کی باتوں کو نہ سن سکیں۔ تو یہ بھی ایک محرومی ہے۔ اور اس سے بہت سے روحانی فوائد رک جاتے ہیں۔ الگ خدانخواستہ ......

...... موسم کی صفائی نہ ہو۔ تو جلسہ کا ہونا ہی مشکل ہے۔

ان سب باتوں کو مد نظر رکھکر میں تحریک کرتا ہوں کہ خاص طور پر دعائیں کی جائیں۔ تاکہ کہیں ہماری کمزوری کے باعث خدا کے فضل نہ ہم سے چھن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قصور معاف کر کے اپنے فضل سے اس اجتماع کو برکات کا موجب بنائے۔ ہمیں کام کی توفیق ملے۔ اور اس میں اپنی بڑائی کا دخل نہ ہو۔ بلکہ ہم اسلام کے مدعا کو پورا کرنے والے ہوں

جماعت قادیان اور کارکنان جلسہ سے خطاب

میں نے مکانات کے متعلق تحریک کی تھی۔ مگر افسر جلسہ کی طرف سے اطلاع ملی ہے۔ کہ دوستوں نے اس دفعہ پہلے کی نسبت کم مکان دئے ہیں۔ دوستوں کو چاہیے کہ اس کمی کو پورا کریں۔ جو احباب مکان خالی کر سکتے ہیں فارغ کر دیں۔ اگر مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے جگہ نہ ہو تو پھر مکانات کس کام کے۔ پس جس سے جتنا ہو سکے اپنے مکان کو خالی کر کے کارکنوں کے حوالے کر دے۔ اس طرح جسقدر مکانوں کی ضرورت ہے۔ پوری ہو سکے گی۔

میں نے دیکھا ہے۔ کہ ابھی شاید کارکنوں نے بھی پوری توجہ نہیں کی۔ ہمارے مکان میں مستورات ٹھہرا کرتی ہیں۔ مکان فارغ ہیں۔ مگر میں نے کارکنوں کو اسکے متعلق کچھ کرتے نہیں دیکھا۔ کارکنوں کو چاہیے۔ کہ تندہی سے کام کریں یہ خواہش کہ ہمارا نام و نمود ہو ایسا خیال ہے جو خراب کر دیتا ہے۔ اس خیال کے ماتحت کوششیں خراب ہو گئی ہیں۔ ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ تم اللہ سے ڈرو اور اسی سے خوف کرو اور اسباب کو مد نظر رکھکر اسکا کام کرکے اسی انعام کے طالب ہو لوگوں سے مدح چاہنا اور خدا کو چھوڑ انعام کے لئے جو کوئی نہ نیکے لوگوں نے تعریف کی خواہش رکھنا ایسا ہی ہے۔ کہ ایک شخص کیلئے پلاؤ تیار کیا گیا ہو۔ اور وہ بجائے اس کے سامنے پاخانہ کا پاٹ رکھدے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو دینا چاہتا ہے اسکے مقابلہ میں بندہ کچھ نہیں دیسکتا۔ اور خدا کے مقابلہ میں بندہ کی عطا کیا ہی

نائیجریا (افریقہ) کے پار تبلیغ اسلام

بادشاہوں کے درباروں میں تبلیغ

ہزاروں کو پیغام

از مولوی عبدالرحیم صاحب نیر ۱۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء

۱۱ر دسمبر ۲۲ء سے آگے

ریذیڈنٹ سے ملاقات

۲۳ر اگست کی صبح کو عاجز ریذیڈنٹ کانو سے ملاقات کرنے گیا۔ اطلاعی کارڈ پہنچنے پر فوراً صاحب موصوف نے اندر آنے کا ارشاد فرمایا۔ بڑے ادب تپاک اور محبت سے ملے۔ چونکہ میرے آنے سے پہلے جناب لفٹنٹ گورنر نے میرے متعلق لکھا۔ اور لٹریچر بھی بھیجا تھا۔ اس لئے صرف روشناسی کی ضرورت تھی۔ تعارف پہلے سے ہی تھا۔ آنریبل مسٹر ای جے آرنٹ نے پہلی ہی ملاقات میں یکرنگ کے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے۔ اور بہت آزادی سے باتیں کرتے رہے۔ امیر کانو سے ملاقات اور سرکاری مدرسہ کے معاینہ کا انتظام ٹیلیفون پر کیا۔ اور کٹسینا کے متعلق موسم برسات کی وجہ سے راستہ موٹر کے قابل نہ ہونے کے باعث سفر ملتوی کرنا پڑا۔ مسٹر آرنٹ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے سلسلہ کی تعلیم کو ہوسا میں ترجمہ کر کے امیر کو سنایا ہے۔ امیر تمام باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ مگر وفات مسیح و جہاد کے متعلق آپ سے زبانی سننا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد مسٹر موصوف نے دریافت کیا۔ کہ قادیان روپیہ بھیجنے کی ضروری تعلیم سے کیا یہ ایک روز ممکن نہیں کہ ایک طرح کا غیرملکی تسلط یہاں کے لوگوں پر قائم ہو جائے۔ میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کا پہلے ہی سے انسداد کر دیا ہے۔ کہ مذہب و حکومت علیحدہ رہ چکے ہیں۔ رومن کیتھولک مسیحی پوپ کے ماتحت ہیں۔ روم کو روپیہ جاتا ہے۔ مگر حکومت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ اور یہاں تو ابھی تک ہندوستان برطانیہ کی سلطنت میں ہے۔ اور سمجھدار ہندوستانی آزاد ہندوستان کو متحدہ اقوام کی جمہوریت بسلطنت برطانیہ سے علیحدہ نہیں کرنا چاہتے۔

یہ سوال میں نے اور کئی دلائل سے بھی سمجھایا۔ مگر آپ دیکھیں کہ حکام کس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں کو زیر نظر رکھتے ہیں۔

دوسری تقریر

۲۳ر اگست کی شام کو لوگوں کا مجمع کثیر جمع ہو گیا۔ اور عاجز نے مسیحیت و اسلام کا مقابلہ کیا۔ ہوسا لوگ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرہ لگانے لگے۔ ہوسا ترجمان معلم داؤد خوب ہوشیار آدمی اور بہت بلند آواز ہے۔ تقریر کے بعد ایک مسیحی لڑکے نے سوالات شروع کئے۔ جو اس کے باپ نے جو کانو میں پادری ہے۔ اسے حفظ کرائے تھے۔ سوالات کے جواب دئے گئے۔ حاضرین جنہوں نے پہلی مرتبہ عیسائیوں کا مقابلہ ہوتا دیکھا تھا۔ بے انتہا خوش تھے۔ میں نے پہلے سے بھانپ لیا کہ یہ بچہ ضرور مسیح کے ابن اللہ ہونے کا سوال کریگا۔ اس لئے میں اسے My child میرے بچے اور My son میرے بیٹے کہکر پکارتا رہا۔ اور جونہی وہ اپنے حفظ کردہ سوال پر آیا تو ترجمان نے میرے ایما پر ہوسا بائبل سے یوحنا ۱۰۔ ۳۴ زبور ۸۲۔ ۶ یرمیاہ ۳۱۔ ۹ اور خروج ۴۔ ۲۲ وغیرہ حوالجات پڑھ دئے۔ اور ساتھ ہی 'میرے بچے' اور 'میرے بیٹے' کے الفاظ کی جن میں سائل کو مخاطب کیا گیا تھا تشریح کی گئی۔ اور اللہ کا احسان ہے۔ کہ جو غرض مجھے مدنظر تھی۔ وہ پوری ہوئی۔

امیر کانو سے ملاقات کا انتظام

انسان کی عمر میں بعض اوقات نہایت خوش کن اور مبارک آتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں مجھے اس سے قبل وہ موقعہ حاصل نہیں ہوا۔ جو ۲۴ر اگست کو ملا۔ میں نے گولڈ کوسٹ سے ... شاہ ایبوکوٹا سے ملاقات کی۔ سابق شاہ لیگوس کو تبلیغ کی۔ اور ہز مجسٹی شاہ ایران سے قصر شاہی بکنگھم میں مصافحہ کیا۔ امیر زاریہ کے محل شاہی میں امیر کو تبلیغ کی۔ لیکن جو مسرت و بہجت شاہ کانو سے مل کر حاصل ہوئی وہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ ۲۳ر اگست کی شام کو وعظ سے پہلے سرکاری سوار ایک خط لیکر آیا۔ جو نہایت ضروری تھا۔ اور بقول سوار سوائے میرے دوسرے کو دئے جانے کی اجازت نہ تھی۔ میں نے خط لیا۔ اور پڑھا مضمون حسب ذیل تھا۔

جناب میں نہایت ادب سے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ حضور امیر کانو اپنے محل شاہی واقعہ شہر کانو میں ۸ بجے صبح آپ سے ملاقات فرمائینگے۔ اور چونکہ شہر تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ اس لئے حضور امیر کی موٹر خاص آپ کے مکان پر آپ کو لینے کے لئے آئیگی۔ بعد ملاقات میں آپ کے لئے معاینہ مدرسہ سرکاری کا انتظام کر رہا ہوں۔ والسلام

میں ہوں جناب آپ کا نہایت فرمانبردار خادم

ڈسٹرکٹ افسر

شہر کانو کو روانگی

پونے ۸ بجے صبح موٹر حسب وعدہ میری فرودگاہ پر آگئی۔ ضروری کتب اور ترجمان ساتھ لے موٹر پر روانہ ہوا۔ دروازہ شہر سے قریباً نصف میل پر امیر کے سواران خاص کا افسر اعلیٰ اپنی ہوسا وردی میں آیا اور اسے دیکھکر ڈرائیور نے موٹر کھڑی کر لی۔ اور وہ گھوڑے سے اتر دوزانو ہو گیا۔ اور اس طرح امیر کا سلام پہنچایا۔ اور سوار ہو کر موٹر کے آگے آگے رہنما ہراول کے طور پر چلا۔ شہر تمام کچی عمارت ہے۔ گرداگرد بڑی مضبوط دیوار ہے۔ ریذیڈنٹ نے کہا۔ شہر و مضافات زیر امیر کی آبادی ۲ ملین ۲۰ لاکھ نفوس ہے۔ دروازہ شہر میں داخل ہوتے ہی سرخ پگڑی اور سبز سرخ سفید دھاری دار چغہ پہنے ہوئے پرانے طرز کی تلواریں لئے ہوئے امیر صاحب کی پولیس نے سلام کیا۔ موٹر لوگوں کے نعرہ ہائے 'زاکی' کے درمیان محل شاہی کے دروازہ پر پہنچی اور خادمان امیر نے ہوسا میں ایک نعرہ بلند کیا جس کے معنے 'خوش آمدید' کے تھے۔ اور میں موٹر سے اترا

محل شاہی

اب میں محل شاہی کی پہلی ڈیوڑھی پر تھا اور حاجب خاص مع خدام میرے سامنے ہوسا کلمات خوش آمدید کہتا ہوا کھڑا تھا۔ مٹی کی دیواریں مٹی کے محراب ڈھیلے ڈھالے لباس والے حکام شاہی سامنے تھے۔ گویا این ہمہ ایسا معلوم ہوتا تھا

کر یہ کسی بادشاہ کی جائے رہائش ہے۔ جا بجا شاہی معہ خدام میرے آگے ہوا اور اچھے خاصے فاصلہ پر جا کر دوسری ڈیوڑھی آئی۔ اور لوگوں نے آواز دی "وزیری آگاشے کا" یعنی وزیر اعظم آپ کو سلام کرتے ہیں۔ وزیر سرکار امیر اور خدام اس ڈیوڑھی پر موجود تھے۔ اور سلام مسنون و خیریت دریافت کرنے کے بعد وہ آگے آگے چلے اور عاجز کو محل شاہی کی ڈیوڑھی اول پر پہنچایا۔ لوگوں کے ادب احترام اور ایک قسم کے رعب و شان سے معلوم ہوتا تھا کہ اب ہم واقعی کسی بادشاہ کے قریب ہیں۔ یکا یک ایک نعرہ بلند ہوا۔

سیر کی آگاشے کا

یہ نعرہ خدام خاص دربار امیر کی طرف سے تھا۔ اب میں ایک عجیب پنجابی عورت کا لڑکا بوڑھے شاہ کانو کے سامنے تھا۔ امیر المعظم بنفس نفیس ڈیوڑھی تک استقبال کیلئے تشریف لائے۔ اور یہ استقبال محض گورنر نائجیریا کے لئے مخصوص ہے۔ جو اس عاجز کو بھی دیا گیا۔ چاندی کا عصائے شاہی امیر کے ہاتھ میں تھا۔ لباس پر چاندی کی تاروں کا کام تھا۔ سر پر کامدار روشن چاندی سے منقش تاج تھا۔ اور السلام علیکم کی آواز سے قبل خدام شاہی نے کہا "سیر کی آگاشے کا" جس کا ترجمہ ترجمان نے سنایا۔

His majesty salutes you.

بادشاہ سلامت آپ کو سلام دیتے ہیں۔ سلام مسنون و مصافحہ اور خیریت پرسی کے بعد عوام کے زمین پر لیٹ کر سلام کرنے کے بعد ملک امارت کانو میرے آگے آگے محل میں داخل ہوئے۔ اور وزیر میرے ساتھ ساتھ چلے۔ اہل دربار مشرقی طرز پر میزبان و مہمان کی عظمت کے گیت گاتے تھے۔

دیوان خاص

ہم دیوان خاص میں داخل ہوئے۔ جو گول کمرہ تھا اور اس میں سمنٹ کا فرش تھا۔ میرے لئے ایک خاص غالیچہ بچھایا گیا تھا۔ غالیچہ پر خاص کرسی تھی۔ امیر تخت پر تشریف فرما ہوئے۔ وزیر زمین پر درباری ذرا فاصلہ پر۔ میرے ترجمان و سکرٹری میرے پیچھے کھڑے ہوئے۔ اب میں نے اپنے تحائف پیش کئے۔ "خطبہ الہامیہ" ڈبل پیت کے چاول، جن پر سورۃ اخلاص و الیس اللہ بکاف عبدہ لکھا ہے۔ نذر کئے گئے۔ جناب امیر نے خوشی سے قبول کئے اور چاول امیر نے جیب میں ڈال لئے۔ کتاب وزیر کے حوالہ کی۔

تبلیغ دربار شاہی میں

اب میں نے اپنے سفر کی غرض سلسلہ عالیہ کی تعلیم اور کام کا ذکر کیا۔ اور شہزادہ ویلز کے تحفہ سے حضرت مسیح موعود اور خلفاء کے فوٹو دکھائے۔ پھر حضرت مسیح موعود اور ڈوئی کی تصاویر دکھائیں۔ اور سلسلہ کے اخبارات و کتب دکھائیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا ذکر کیا۔ وفات مسیح۔ نشانات مہدی۔ یاجوج و ماجوج و دجال دابۃ الارض وغیرہ کی تفسیر کی۔ وزیر۔ امام اور علمائے دربار نے خصوصاً وزیر اعظم نے خوب سوالات کئے۔ اور عربی سے ہوسا میں ترجمانی کی۔ میں حیران تھا کہ کس طرح قریباً نصف گھنٹہ متواتر عربی میں گفتگو کرتا رہا۔ اور وہ بھی دربار شاہی میں علماء کے سامنے (ہوسا علماء کسی طرح اپنی علمی حیثیت میں ہندوستانیوں سے کم نہیں۔ البتہ وہ ایسے فتنہ انگیز نہیں جیسے ہندوستانی مولوی) یہ محض اللہ کا فضل تھا۔ اور عزیز زکریا میرا ترجمان بہت متعجب تھا بہر حال دربار امیر میں دو گھنٹہ تک گفتگو رہی۔ اور آخر میں میں نے کھڑے ہو کر۔ امیر۔ وزیر۔ امام اور اہل دربار کو مخاطب کر کے پیغام حق سنایا۔ اور کہدیا کہ موعود خلیفہ برحق مہدی معہود و مسیح موعود حضرت سیدنا احمد کے وجود باجود میں ظاہر ہوا اسپر ایمان لاؤ۔ و برکت پاؤ۔

وما علینا الا البلاغ

دربار سے واپسی

واپسی پر امیر المعظم پھر آگے آگے چلے اور پہلے ڈیوڑھی پر مصافحہ کیا اور رخصت ہوئے۔ یہاں پر چند کلمات وعظ کہے۔ اور بادشاہ کو رعایا کی طرف متوجہ ہونے اور انصاف کرنے کی تاکید کی۔ اور کہا کہ علم کی تحصیل مسلمانوں کا فرض ہے۔ اور بادشاہ کو رعایا کی تعلیم کا انتظام کرنا چاہئے۔ امیر نے نہایت خندہ پیشانی سے وزیر کی ترجمانی سنکر جواب دیا "[illegible]" یعنی ہاں ہاں۔ بادشاہ سلامت کی واپسی پر وزیر موٹر تک تشریف لائے۔ جس طرح امیر کے ساتھ مدح خوانوں کا ایک گروہ تھا۔ اسی طرح دوسری دو تین ڈیوڑھیوں تک مدح خوانوں کی ٹولیاں وزیر کے ساتھ ساتھ آئیں۔ انہیں ایک عورت بھی تھی۔ جسے وزیر نے آہستگی سے کچھ کہکر پیچھے ہٹا دیا۔ موٹر پر وزیر کو رخصت کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھرا ہوا دل لیکر اور آج کی عزت پر جو مسیح موعود کی غلامی سے حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ کرتے ہوئے موٹر پر سوار ہوا۔ اور افسر سواران شاہی پہلے کی طرح اردلی میں تھا۔ اور حاجب خاص موٹر پر ساتھ تھا۔ اس طرح سرکاری مدرسہ میں پہونچے۔

سرکاری مدرسہ کا معائنہ

اس مدرسہ کا معائنہ کرتے وقت گو بیمار ہونے کے باعث سپرنٹنڈنٹ تعلیم کانو تشریف نہ لاسکے۔ لیکن ڈپٹی ڈائرکٹر تعلیم صوبجات جنوبی موجود تھے۔ ان کے ساتھ معلمین سے گفتگو کی۔ اور ساتویں جماعتوں سے کچھ کچھ سنا۔ مدرسہ ایک پرانی طرز کے معلم کی زیر نگرانی ہے جس کا کام صرف مدرسہ میں آ کر بیٹھنا ہے۔ اور بس۔ انگریزی۔ فقہ مالکی عربی اور ابتدائی حساب سکھایا جاتا ہے۔ جغرافیہ سے بالکل طلباء کو آگاہی نہیں۔ تعلیم ہوسا زبان میں ہوتی ہے۔ جسے انگریزی حروف میں لکھا گیا ہے۔ اور اس زبان کے کورس تیار کئے جا رہے ہیں۔ لوگوں کو تعلیم کی طرف چنداں توجہ نہیں۔ صرف قرآن کا پڑھنا یا ریچ کے مدارس میں عربی سیکھنا کافی سمجھا جاتا ہے۔ احمدی جماعت کے لئے ان ممالک میں تعلیم کے کام کو ہاتھ میں لینے کا اہم موقع ہے۔ اور اگر مدرسہ احمدیہ کے طرز کا کالج کانو میں کھولا جائے۔ تو انشاء اللہ ہوسا لوگ نہ صرف تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونگے۔ بلکہ یہ ملک کا ملک سلسلہ میں داخل ہو جائیگا۔ اور بقیہ کفار مسلمان ہوں گے۔ میں نے طلباء مدرسہ کو اطاعت حکومت اور اچھے مسلمان بننے کا وعظ کیا۔

قیام کانو اور نتائج

۲۳ اگست سے ۲۹ اگست تک خاکسار کانو میں رہا اور روزانہ سلسلہ تبلیغ انفرادی اور پبلک تقاریر جاری رہا۔ سوالات خصوصاً مسیحی احباب کی طرف سے بکثرت ہوتے رہے۔ مقامی پادری ملنے آیا۔ بہت سے سوالات کئے۔ ایک موقعہ پر

پھر میں ابھی نو عمر ہوں۔ آپ کے مقابل تجربہ و تعلیم نہیں ""ایک اور تعلیم یافتہ معزز مسیحی ملنے آیا۔ اور بعد گفتگو بولا" اگر آدمی نے مذہب قبول کرنا ہو۔ تو اسلام ہی ہے"۔ مسلمان سمعداگران طرابلس مغرب۔ اہل شام اور مراکش و دیگر عرب لوگوں سے ملاقات کی اور تبلیغ کی۔ جناب امیر کی طرف سے ایک دنبہ۔ گیہوں و شہد کے ڈبے بطور تحفہ شاہی آئے۔ اور وزیر کی طرف سے دو مجبوو دنبے بطور نذر بھیجے۔

نصف درجن کافر مسلمان ہوئے اور جماعت احمدیہ قائم ہوئی۔ جسکی وقت تحریر کل زن و مرد و بچے ملا کر قریباً ۲۰ ممبر ہیں اور باقی شہر اللہ کے فضل سے اسلام کی طرف متوجہ ہے حکومت نے تجویزہ مدرسہ تعلیم الاسلام کانو کے لئے دو قطعہ زمین دیئے منظور کر لئے ہیں۔ اور انشاءاللہ شروع سال میں مدرسہ کی عمارت بننی شروع ہو جائیگی۔ جس پر ۵۰۰ پونڈ خرچ کرنے کا جماعت کی طرف سے اندازہ ہے۔

واپسی کا دن

کانو سے واپسی کا دن بہت مصروفیت کا دن تھا۔ آنریبل ریزیڈنٹ نے (جو خدا کے فضل سے اس وقت عاجز کے ان یورپین دوستوں میں سے ہیں۔ جن کے ساتھ بے تکلف مراسم آشنائی ہیں) خط لکھا کہ جلنے سے پہلے میں مدرسہ صنعت و حرفت و سرور سکول کا معائنہ کرتا جاؤں۔ اور اس غرض کے لئے گورنمنٹ موٹر میرے لئے بھیجی گئی۔ مجھے واقعی افسوس ہوتا۔ اگر میں ان ہر دو مدرسوں کو دیکھے بغیر کانو سے واپس آجاتا۔ یہ ہر دو مدارس حکومت کے لئے ناز و فخر کا موجب ہیں۔ کیونکہ ان میں اول الذکر دیسی صنعت و حرفت کی حفاظت کرنا اور اسے یورپین رنگ سے مزین کرکے ہوسا نوجوانوں کو زندگی کی ایک نہایت مفید شاخ کے لئے تیار کرتا ہے۔ موخر الذکر یعنی سروے سکول میرے لئے بہت خوشی کا موجب ہوا۔ اور مسٹر مر بھی سروےیر نے اپنا کام دکھا کر مجھے اپنی حکومت کے اوس عالی شان کارنامہ سے مطلع کیا۔ جو انگریز ہوسا لوگوں کے ملک میں کر رہے ہیں۔ ڈھیلا لبادہ پہننے اور سست شکل رکھنے والے ہوسا لڑکے ایسی صاف۔ صحیح اور قابل تعریف نقشہ کشی کر رہے تھے۔ اور اسطرح انگریزی و عربی ٹائپ رائٹروں و پرنٹنگ پریس پر کام کر رہے تھے۔ کہ آپ اونکو انگریز نوجوانوں سے کسی طرح کم نہ پائینگے۔ مسٹر مر بھی نے مجھے ہوسا پٹواریوں اور نقشہ نویسوں کا پیمائش کردہ کام دکھایا اور خود بھی اس کام کی تعریف کی۔ مدرسہ میں جو معلم ہیں۔ وہ عربی جانتے ہیں۔ سرویر جنرل نے خود ترجمان ہو کر جہاد کے متعلق ایک معلم سے میری گفتگو کرائی۔ اور پھر مجھے بورڈنگ ہوس مدرسہ دکھایا۔ جہاں طلبا کو انگریزی و عربی سکھائی جاتی ہیں ان ہر دو مدارس کا معائنہ کرنے کے بعد گھر پر آیا۔ اور شہر کانو سے سرکار امیر کا ایک معتبر جو الوداع کہنے آیا تھا۔ اوسے رخصت کیا۔ اور اسٹیشن پر پہونچے۔ وہاں شریف بخشہ ملک التجار کانو کی طرف سے ایک عرب مشائعت کے لئے حاضر تھا۔ اور اکثر یوروبا اور ہوسا دوست اسٹیشن پر موجود تھے۔ گاڑی دوڑ دھوپ کرکے لی۔ اور بہت لوگ مصافحہ بھی نہ کر سکے۔ بہر حال کانو سے بفضلہ تعالیٰ کامیاب واپس ہوئے۔ اور گاڑی شام کو ۸ بجے زاریہ پہونچی۔ جہاں نئی جماعت کے لوگ اسٹیشن پر موجود تھے عشا کی نماز اسٹیشن پر پڑھی۔ احباب کانو کی خبریں سنکر خوش ہوئے۔ ان لوگوں کی استقامت کے لئے دعا کی۔ اور ۱۱ بجے شب کیڈونا پہونچے۔ جہاں اخویم محمود النور میرے نو مسلم اسٹیشن ماسٹر کانو کے تار کی اطلاع پر استقبال کے لئے پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ السلام علیکم ہوا۔ مخلص شخص کے چہرہ سے علامات خوشی نمودار ہوئیں۔ تار بابو عزیز یوسف جیکسن بھی آگئے۔ اسباب اتارا گیا۔ اور ہر دو دوستوں سے سلسلہ گفتگو جاری رہا۔ دونو نے میرے ہاتھ پر بیعت کی چونکہ صاحب لفٹنٹ گورنر و سکرٹری صوبجات شمال دورہ پر ہیں اس لئے یہی مناسب سمجھا۔ کہ دن کی گاڑی سے روانہ ہوں۔ چنانچہ ½۱۰ بجے کیڈونا سے روانہ ہوا۔

مینا جنگشن

۱۵ اگست کی شام کو مینا پہونچا یہ مقام ریلوے جنگشن ہے اور نہایت اہم مسیحی و فودہائے تبلیغ کا مرکز ہے سوڈان انٹرکن مشن کے ہیڈ کوارٹرز یہاں ہیں۔ اور کئی امریکن سفید مبلغ مرد و عورتیں یہاں رہتی ہیں۔ اخویم محمود النور میری نے ایک اور اسٹیشن ماسٹر مسٹر ہولڈر نام کو کہلا بھیجا تھا۔ کہ وہ مجھے لینے آئیں۔ اور ہولڈر صاحب میرے ساتھ ہی گاڑی میں آئے۔ عزیز محمد عمر باشندہ سکوتو جو لائن مین ہے۔ وہ بھی اس گاڑی پر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ٹھیرنے کا عمدہ سامان کر دیا۔

مسٹر ہولڈر نہایت تواضع سے پیش آئے۔ اونہوں نے اور اسکے دوست مسٹر ٹیلیر نے تحفہ شہزادہ ویلز و ٹیچنگ آف اسلام کا مطالعہ کیا۔ اکثر مسیحی آئے اور سوالات کرتے رہے اسٹیشن مجسٹریٹ کا بنگلہ و کچہری ایک پہاڑ پر ہے۔ اوسنے ملنا ضروری تھا۔ کیونکہ انکے بغیر دیسی لوگوں سے بات کرنا ممکن نہیں۔ اونسے ملا۔ غرض آمد بتائی۔ انہوں نے ڈسٹرکٹ افسر کو تار دیا۔ جس کا جواب دوسرے دن آیا۔ اور اس عرصہ میں عاجز کو بخار ہو گیا۔ اس لئے کوئی زیادہ کام نہ کر سکا۔ رات بہت بے چینی رہی۔ صرف دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آرام دیا۔ اور ۱۳ اگست کو مینا میں اصل کام کیا۔

ڈان گولا ڈیما

مینا کا دیسی قصبہ امیر "بیڈا" کے زیر حکومت ہے۔ اور حاکم قصبہ کا سرکاری عہدہ "ڈان گولا ڈیما" کے نام سے موسوم ہے۔ جس کے معنے مقامی حاکم یا نمبردار کے ہیں۔ سرکاری اجازت آنے پر عاجز دیسی مذکور کو ملنے گیا۔ امام۔ اسکالی۔ اور اکابرین قصبہ حسب دستور شمال فرش خاک پر بیٹھے تھے۔ اور ڈان و عاجز کے لئے کرسیاں تھیں۔ کمرہ استقبال میں ڈان صاحب کا گھوڑا بھی تھا جس نے اپنے جسم سے بدبو دار پانی گرا کر اپنے مالک کی توجہ اس طرف منعطف کرائی کہ اوسے کمرہ سے باہر باندھا جاسئے۔ دربار گولا ڈیما گرم ہوا مبلغ احمدیت نے وعظ کیا۔ اور وعظ کے بعد سوالات کی درخواست کی امام سوالات کے لئے منتخب ہوا۔ اور احمدیت سے تعلق رکھنے والے ضروری مسائل پر امام نے پورے زور سے بحث کی حاضرین پر اس گفتگو کا اثر ہوا۔

چند معزز لوگوں کی بیعت

اسی شام کو ایک حاجی صاحب جو آٹھ دفعہ مکہ مکرمہ جا چکے اور حج کر چکے ہیں۔ جسکا نام نامی الحاج احمد بن سلیمان ہے تشریف لائے اور درخواست بیعت کی۔ یہ معزز حاجی امیر بیڈا کا مقرب ہے اور انشاءاللہ اسکے ذریعے سے پیغام حق امیر موصوف کے دربار میں پہونچیگا۔ ان کی بیعت لی گئی۔ اور اسی شب امیر سکوتو کا چچا شہزادہ عبداللہ مع دو معلموں کے آیا سلسلہ گفتگو بہت دیر تک جاری رہا۔ شہزادہ عبداللہ بہت متاثر ہوئے بوقت رخصت عاجز نے اون سے کہا کہ رات کو دعا کریں۔ چنانچہ انہوں نے رات کو دعا کی اور دوسری صبح بیعت کے لئے تشریف لائے۔ اون کے ساتھ ایک معلم بھی آئے۔ ہر دو نے کہا کہ اونکو بشارت ہوئی ہے کہ اس شخص کی تعلیم صادق ہے چنانچہ معلم سلیمان سکنہ کانو اور شہزادہ عبداللہ بن محمد بن ابوبکر بن محمد امیر المومنین ڈان فوڈیو نے بیعت کی۔

عاجز نے ایک جلد خطبہ الہامیہ مع تحائف چاول امیر سکوتو کے لئے ان کے ہاتھ روانہ کی۔ اللہ تعالیٰ سلطان سکوتو کو ہدایت بخشے شہزادہ عبداللہ نے بڑے فخر سے کہا۔ "الحمد للہ کہ خاندان بھر میں سے اول سب سے اول توفیق ملی کہ مہدی و مسیح موعود کو قبول کیا"

زنگیرو

یکم ستمبر کو مینا سے روانہ ہوا۔ احباب مشایعت کے لئے آئے۔ شہزادہ عبداللہ اسٹیشن پر موجود تھا۔ نیز دوسرے نوجوان جو یہاں کام کرتے ہیں۔ جو نیم احمدی ہیں۔ جب ٹرین زنگیرو پہنچی۔ تو جماعت کے لوگ جنکی تعداد ۲۰ کس بتائی گئی۔ میری آمد کے منتظر پائے گئے۔ مگر چونکہ میری طبیعت خراب تھی۔ اس لئے عذر کیا گیا۔ اور دوسرا جلسہ بھیجنے کا وعدہ کیا۔

زنگیرو میں لیگوس سے آنیوالی ٹرین کا شمالی گاڑی کے ساتھ کراس ہوا۔ اور ایک نوجوان ایک خط [illegible] بانگیوں کے آیا اور کہنے لگا۔ کہ وہ کا تو خاص خط لیکر آیا ہے۔ مجھے تشویش ہوئی لیکن جب خط کھولا۔ تو یہ ایک نیم احمدی رئیس کی طرف سے بغرض دعا تھا اسے کچھ مشکل پیش آئی۔ اور اس نے علاج محض دعا سمجھکر اپنا خاص آدمی گاڑی پر بھیجا اللہ تعالیٰ مجیب الدعوات ہے۔ مسیح پاک کے طفیل دعائیں سنتا ہے۔

واپس لیگوس

ہماری کمزوری اور ناتوانی کے باعث تمام پروگرام کا ستیاناس ہوا۔ رستہ کے بڑے شہر مثل الورین۔ رباوداغ۔ اشوگو۔ ابیوکوٹا کو دیکھکر طبیعت میں ایک رنج ہوا اگر چہ خدا کرے یہی بہتر ہو۔ ۴ ستمبر کو شام بوقت لیگوس پہونچا۔ اور سیکرٹری [illegible] کی۔ کہ خدا کے فضل سے تمام خیریت ہے۔ تقریریں بدستور جاری ہیں مدرسہ کا افتتاح ۸ ستمبر کو مقرر ہے ایک مقدمہ میں شہادت دینی ہوگی [illegible] ریزیڈنٹ اوف [illegible] نے کہا کہ مسلمانوں کی اصلاح اور تعلیم کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ سلسلہ احمدیہ ہے چیف امام محمود [illegible] نے جو میرے [illegible] جماعت کے نظام [illegible] رکھا۔ الحمد للہ۔

لیگوس کی مختصر خبریں

مدرسہ تعلیم الاسلام لیگوس کا شاندار افتتاح ۸ ستمبر کو ہوا۔ ۹۰ طالب علم داخل مدرسہ ہو چکا ہے۔ روزانہ بیعت کا سلسلہ جاری ہے جماعت کی ترقی دیکھکر اشرار نے مخالفت کا سلسلہ شروع کیا اور گذشتہ جمعہ کی شب کو [illegible] حملہ آور ہو گئے بعض لوگوں کو چاقوؤں سے زخمی کیا۔ سائیکل زخمی کردی اور چھڑیوں سے وار کئے مقدمہ عدالت میں جاری ہے [illegible] بیرسٹر مقرر کئے گئے ہیں۔ ملزم عدالت میں پیش [illegible] تین پیشیاں ہو چکی ہیں [illegible] مقدمہ مسجد کی ایک پیشی گذشتہ جمعرات کو تھی۔ [illegible] سے بہت خوش کن خبر آئی ہے ایک جزائر [illegible] شمولیت [illegible] سلسلہ میں [illegible] مگر افسوس کہ عاجز [illegible] وہاں ابھی نہیں جا سکتا احباب عاجز کیلئے دعا کریں کام بہت [illegible] اللہ رحم کرے

امریکہ میں تبلیغ احمدیت

دو نو مسلمہ

عاجز حسب الطلب بعض اصحاب شہر سٹیلے و شہر کرکسٹن لیکچر دینے گیا۔ اول الذکر شہر میں کیچر ہال میں لیکچر ہوا۔ ہال معززین شہر سے پر تھا۔ دین اسلام کی خوبیوں پر لیکچر ہوا۔ ایک لیڈی مسلمان ہوئی۔ اور شہر کرکسٹن میں یونی ورسٹی فارم ہال میں لیکچر ہوا وہاں بھی ایک لیڈی نے اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام مریم رکھا گیا۔

چندہ شمس الاسلام

احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ رسالہ مسلم سن رائز کا چندہ اور امداد برائے جلد دوم بہت جلد ارسال فرمادیں فنڈ نہ ہونے کے سبب سے رسالہ کا چھپنا التوا میں پڑا ہوا ہے۔ تاحال بہت تھوڑے اصحاب کی طرف سے قیمت سال دوم وصول ہوئی ہے۔ مجھے براہ راست رجسٹری لفافہ میں نوٹ بھیجدیں۔ یا دفتر ناظر تالیف و اشاعت میں جمع کرادیں۔ ہر دو صورت میں مجھے بذریعہ کارڈ اطلاع کردیں اس طرف توجہ کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ اس رسالہ کے ذریعہ سے نہ صرف امریکہ میں بلکہ تمام ممالک یورپ و افریقہ میں بہت ہی اشاعت ہو رہی ہے۔ اور جب کہ ریویو آف ریلیجنز بند ہونے والا ہے۔ تو گویا یہی ایک رسالہ ماہواری انگریزی سلسلہ کے لئے ہے۔ اور موجودہ ناظم صاحب ریویو کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ رسالہ ریویو انگریزی کے تمام خریداروں کی فہرست فوراً بھیجدیں۔ تاکہ سال ۱۹۲۳ء کے شروع ہونے سے قبل یہاں پہنچ جاوے اور نیز ان سب سے ایک سال کی قیمت پیشگی وصول کرکے بھیجدیں۔ تاکہ رسالہ ماہواری کردیا جائے۔

۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء

محمد صادق عفا اللہ عنہ
4448 Wabash Ave.
Chicago Ill
U. S. America

نامہ مصر

ہمارا مصر میں پہلا جمعہ

خدا کے محض فضل و کرم کے ساتھ ہم نے قاہرہ میں پہلا جمعہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۲ء کو باجماعت پڑھا۔ الحمد للہ خطبہ جمعہ حاجی محمد یوسف صاحب نے سورہ والعصر پر پڑھا۔ اس طرح خدا کے فضل سے ہمکو جمعہ کے نماز کی توفیق سات ماہ کے بعد ملی الحمد للہ رب العالمین

جوشیلا احمدی

سیالکوٹ کے بابو مبارک علی صاحب جنہوں نے یہاں کمبلو کی تجارت کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ خدا کے فضل سے احمدی ہوگئے ہیں۔ اور بیعت کے خط کے ساتھ زندگی وقف کرنے کا خط بھی حضرت خلیفۃ المسیح کو لکھا ہے۔ یہ بہت جوشیلے آدمی ہیں۔ انہوں نے ہندوستان سے ہجرت بھی کی تھی۔ خلافت کمیٹی بمبئی کے ساتھ بھی کام کیا۔ اب خدا نے ان کو احمدیت کی توفیق دی ہے۔ احباب ان کی استقامت کے لئے دعا کریں۔ انگریزی اعلیٰ درجہ کی جانتے ہیں۔ محمود احمد از مصر

مطبوعات جدیدہ

حضرت مرزا صاحب کا مذہب

اس عنوان سے ۱۶ نومبر ۱۹۲۲ء کے الفضل میں جو مضمون شائع ہوا تھا۔ اسے برادرم محمد صدیق صاحب احمدی جنرل مرچنٹ بازار کیمپ میرٹھ نے اشتہار کی شکل میں چھاپکر شائع کیا ہے۔ اس مضمون کو مخالفین میں فی الواقعہ کثرت سے تقسیم کرنے کی ضرورت تھی۔ جس کیلئے ایک حد تک برادر موصوف نے سامان کردیا ہے۔ احباب محصول ڈاک بھیجکر ان سے منگوالیں۔ اور مناسب موقع تقسیم کرکے ثواب حاصل کریں۔

تعلیم المہدی

حضرت مسیح موعود کی کتاب کشتی نوح سے تعلیمی حصہ بصورت ٹریکٹ تبلیغ کیلئے چھاپا گیا ہے۔ قیمت فی نسخہ ۱؍ عہ کے ۱۲ نسخے۔ دکان محمد یامین تاجر کتب قادیان سے طلب کریں۔

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا۔